آیت الکرسی

از

مولانا عبد اللہ العمادی

(۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو بات بیان کی ہے کھول کر بیان کی ہے۔ اس کو دنیا کے ہر ایک طبقہ کی ہدایت کرنا ہے۔ اس لئے انداز بیان اس قدر واضح شگفتہ اثر ریز اور دل نشین ہے کہ اعلیٰ و ادنی اسب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور نئی فرنگی جمعیت سے لے کے پرانی امیر کانی جماعت تک کو اس کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل ہے، لیکن دشوار پسند طبعیتیں اتنی ساری توضیح پر بھی قرآن کے مفہوم میں اس قدر مختلف ہیں اور ان اختلافات نے اتنے دور از کار جھگڑے پیدا کر رکھے ہیں کہ ایک ایک کے مقابلہ و تکذیب پر آمادہ ہے!

یہ اختلافات بیشتر ایسے ہیں جو قرآن کے طرز ادا میں غور نہ کرنیکی وجہ سے واقع ہوئے ہیں۔ قرآن کے انداز بیان و اسلوب کلام میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے پیچیدہ طبعیتیں خود اسکو پیچ در پیچ بناتی جاتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ الفاظ سے مطلب نکالا جاتا فلسفہ کی نظر سے اس میں نکتہ آفرینی کی جاتی ہے اور مضمون میں اور بھی گرہیں پڑتی جاتی ہیں۔

ذوق عشق است کہ دشوار پسند افتاد است
ورنہ سودائے سر زلف تو دشوار نبود

مثلاً:۔

قرآن نے ایک مقام پر توضیح کی ہے کہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (خدا کی کرسی آسمان وزمین کو وسیع ہے) اہل نظر کو کرسی کا مفہوم متعین کرنا تھا اس لئے خوب خوب توجیہیں کی گئیں۔ اور پھر کسے بر حسب فہم گمانے دارد" کا نظارہ اچھی طرح آنکھوں کے سامنے آگیا۔ یہ اختلافات قابل دید ہیں۔

الف[۱]۔ کرسی اس جگہ کا نام ہے جس پر قدم ٹکاتے ہیں۔

ب[۲]۔ کرسی اس جگہ کا نام ہے جہاں خدا کے پاؤں ٹکے ہیں یہ جگہ (کرسی) عرش کے روبرو ہے۔

ج[۳]۔ خدا کی کرسی اتنی بڑی ہے کہ آسمان وزمین اس کے جوف میں سما سکتے ہیں۔

د[۴]۔ خدا کا عرش کرسی سے بھی بڑا ہے اور اس قدر بڑا ہے جیسے ایک میدان میں لوہے کا چھوٹا سا حلقہ بے حقیقت سا نظر آرہا ہو۔

ھ[۵]۔ عرش وکرسی دونوں ایک ہیں۔

و[۶]۔ خدا کی کرسی آسمان کے اوپر ہے۔

ز[۷]۔ خدا کی کرسی زمین کے نیچے ہے۔

[۱] عن علی بن مسلم الطوسی عن عبد الصمد بن عبد الوارث عن ابیہ عن محمد بن جحادۃ عن سلمۃ ابن کهیل عن عمارۃ بن عمیر عن ابی موسیٰ قال الخ۔

[۲] عن موسیٰ بن هارون عن عمرو عن اسباط عن السدی۔

[۳] عن السدی۔

[۴] عن یونس عن ابن وهب عن ابن زید عن ابیه وبروایة اخری عن ابی ذر۔

[۵] عن المثنیٰ عن اسحاق عن ابی زهیر عن جویبر عن الضحاک عن الحسن۔

[۶] عن الحسن وقال النیسابوری قد وردت الاخبار بان الکرسی دون العرش وفوق السماء السابعة۔

[۷] روی النیسابوری فی رغائبه عن السدی ان الکرسی تحت الارض۔

ح[1] خدا کی کرسی میں زمین و آسمان سب سما سکتے ہیں۔ خدا اس پر بیٹھا کرتا ہے اور اُس کرسی میں اس کی پوری سمائی ہو جاتی ہے۔ چار انگل بھی زیادتی نہیں ہونے پاتی۔ اُس سے چرچراہٹ کی آواز بھی آتی ہے جس طرح کسی بھاری بھرکم آدمی کے بیٹھنے سے چرچراہٹ پیدا ہوتی ہے۔

ان اختلافات سے کرسی کا مفہوم تو کیا واضح ہوتا خدا کی خدائی میں شک پڑ گیا۔ کرسی کو ایک مقام یا محل مانو۔ خدا کو جسم قرار دو۔ اس کی نشست کے لئے تخت و کرسی بناؤ۔ اور انسان سے خدا کی مشابہت ثابت کرنے کے لئے اس قدر مبالغہ کرو کہ کرسی پر بیٹھنے میں بعض اوقات چولوں سے جو آواز نکلتی ہے اس کی تحقیقات بھی کر چھوڑو۔ اب بات کیا رہ گئی۔ خدا سے ایک یارانہ و اتحاد کا ثبوت دنیا باقی تھا۔ شاعری نے اس کی تکمیل بھی کر دی "وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں!"

(۲)

اہلِ علم کے لئے یہ موقع نہایت نازک تھا۔ انھیں چار ناچار کسی طرح بات کو سلجھانا پڑا۔ علامہ زمخشری و قفال مروزی نے اس کی نہایت لطیف توجیہ کی ہے صاحب رغائب فرماتے ہیں۔

قیل المقصود من الکلام تصویر عظمۃ اللہ وکبریائہ ولا کرسی ثمہ ولا قعود ولا قاعد واختارہ جمع من المحققین کالقفال والزمخشری تقریرہ انہ یخاطب الخلق فی تعریف ذاتہ وصفاتہ بما اعتاد وافی ملوکہم فمن ذلک انہ جعل الکعبۃ بیتًا لہ یطوف الناس بہ کما یطوفون	بعض لوگ کہتے ہیں کہ کلام کی غرض دراصل خدا کی عظمت وجلال کی تصویر کھینچنا ہے۔ ورنہ حقیقت میں نہ وہاں کرسی ہے نہ نشست ہے اور نہ کوئی بیٹھنے والا ہے۔ اس توجیہ کو قفال و زمخشری جیسے محققوں کی ایک جماعت نے پسند بھی کیا ہے اس کی تقریر یوں ہے کہ خدا اپنی ذات وصفات سے روشناس کرانے کے لئے مخلوقات سے اسی طرح خطاب کرتا ہے جس کے خوگر بادشاہوں کے ساتھ لوگ ہوا کرتے ہیں مثلاً

[1] عن عبد اللہ بن ابی زیاد القسطوانی عن عبید اللہ بن موسی عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن عبد اللہ بن خلیفہ

بیوت ملوکھم وامرا الناس بزیارتہ کما یزور الناس بیوت ملوکھم وذکر الحجر الاسود انہ یمین اللہ فی ارضہ ثم جعلہ مقبل الناس کما یقبل ایدی الملوك وکذلك ما ذکر فی القیامۃ من حضور الملائکۃ والنبیین والشھداء ووضع الموازین وعلی ھذا القیاس اثبت لنفسہ عرشا فقال "الرحمٰن علی العرش استوی" ووصف عرشہ فقال "وکان عرشہ علی الماء" ثم قال "وتری الملائکۃ حافین من حول العرش" ثم قال "ویحمل عرش ربك فوقھم یومئذ ثمانیۃ" ثم اثبت لنفسہ کرسیا ولما توافقنا ان المراد من الالفاظ الموھمۃ للتشبیہ فی الکعبۃ والطواف والحجر ھو تعریف عظمۃ اللہ وکبریائہ فکذا الالفاظ الواردۃ فی العرش والکرسی

جس طرح لوگ اپنے بادشاہ کے محل میں آمدورفت رکھتے ہیں۔ اور ارد گرد پھرتے ہیں اسی طرح خدا نے بھی کعبہ کو اپنا گھر قرار دیا ہے کہ اس کا طواف کیا جائے اور سلاطین کے گھروں کی طرح اس کی بھی زیارت ہو۔ حجر اسود کو کہا زمین پر یہ خدا کا داہنا ہات ہے۔ پھر اس کو بوسہ گاہ بنا اور اسی طرح جیسے کہ بادشاہوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں۔ قیامت میں فرشتوں پیغمبروں۔ اور شہیدوں کا حاضر ہونا اور میزان (ترازو) کا رکھا جانا۔ یہ سب اسی رنگ میں ہے۔" اور اسی انداز میں خدا نے اپنے لئے ایک تخت کا بھی ثبوت دیا ہے۔ اور فرمایا ہے "خدا تخت پر قائم ہے" تخت کی کیفیت بھی بیان کی ہے کہ "خدا کا تخت پانی پر تھا" پھر فرمایا ہے "تو دیکھیگا کہ تخت کے ارد گرد کو فرشتے گھیرے ہوئے ہیں" ایک اور مقام پر ہدایت کی ہے کہ "تیرے پروردگار کے تخت کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے" ان سب کے بعد خدا نے اپنے لئے ایک کرسی کا بھی ثبوت دیا ہے۔ چونکہ ہمارا اتفاق یہ ہے کہ کعبہ وطواف وحجر کے الفاظ جن سے تشبیہ کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ اصل میں ان الفاظ سے خدا کی عظمت و کبریائی کو روشناس کرنا مقصود ہے اس لئے عرش و کرسی کے باب میں جو الفاظ وارد ہیں۔ ان سے بھی یہی مراد ہوگی۔" [1]

[1] غرائب القرآن و رغائب الفرقان للنیسابوری (علی ھامش ابن جریر) جلد ۳ صفحہ ۴۱۹

یہ تاویل ماننے کے قابل ہے لیکن پہلے یہ فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ جن الفاظ کی تاویل کی جاتی ہے وہ آیا واقع میں تاویل طلب ہیں؟ اور طواف کعبہ۔ بوسۂ حجر اسود۔ قیامت میں فرشتوں پیغمبروں اور شہیدوں کا دربار۔ انسانی اعمال کو تولنے والی ترازو۔ عرش۔ کرسی۔ ان سب کا آیا وہی مفہوم ہے جس کو ہم لازمۂ انسانی سمجھ رہے ہیں؟ اور خدا کی خدائی کو اس سے منزّہ و مبرّا مان کر بات بنانے کی فکر میں ہیں یہ فیصلہ ہو گیا تو مسألہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔ اور قرص آفتاب کو مشعل لے کر ڈھونڈھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

(۳)

اس مقام پر ہم کو صرف آیتہ زیر بحث کی تحقیق کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ کرسی کے لفظ سے تاویل کی شاخیں پھوٹی ہیں۔ اس لئے پہلے اسی معمے کو حل کر لینا چاہئے۔ وہ مشہور آیت جس میں یہ لفظ وارد ہوا ہے تمام کمال یوں ہے:۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ	اللہ (وہ ذات پاک ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ
سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا	(کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے
فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ	اور نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ	زمین میں ہے۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی
وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ	جناب میں (کسی کی) سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کے
عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ	پیش آ رہا ہے (وہ) اور جو کچھ ان کے پیچھے (ہو گزرا ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُہٗ	(وہ) اس کو سب معلوم ہے اور لوگ اس کے معلومات
حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔	میں سے کسی چیز پر بھی حاوی نہیں مگر جتنے پر وہ چاہے اس کی

کرسی آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر مطلق گراں نہیں اور وہ

بڑا عالیشان (ہے اور) اس کی بڑی بارگاہ ہے۔[۱]

اس آیت میں آٹھ باتیں مذکور ہیں۔

الف۔ اکیلا ایک خدا ہی معبود ہونے کے لائق ہے اس لئے کہ شان معبودی صرف اسی کی ذات سے مخصوص ہے۔

ب۔ وہ زندہ ہے اور سارے جہان کے کام سنبھالے ہوئے ہے؛

ج۔ غفلت کا اس میں دخل تک نہیں۔ کام میں لگا ہوا ہے؛

د۔ ارادہ کا پکا ہے؛

ھ۔ اس کا علم نہایت وسیع ہے؛

و۔ آگے پیچھے سب کا اس کو علم ہے؛

ز۔ اس کا علم ایسا نہیں ہے کہ کوئی اپنی طاقت کے بل سے اس پر حاوی ہو جائے؛

ح۔ اس کی کرسی میں آسمان و زمین سب کی سمائی ہے؛

ط۔ آسمان و زمین کتنے ہی بھاری بھرکم ہوں لیکن خدا ان کی حفاظت سے نہیں تھکتا؛

ی۔ وہ بڑا برتر و بلند مرتبہ ہے؛

اس ترتیب پر غور کرو اور دیکھو کتنا اچھا تسلسل ہے۔

لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ خدائے واحد کو معبود مانو۔ اس لئے کہ معبود ہونے کے لئے جتنے اوصاف ہو سکتے ہیں وہ اس کی ذات میں اور صرف اسی کی ذات میں پائے جاتے ہیں

یہ اوصاف درجہ بدرجہ بیان کئے ہیں جن میں صفت علم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور کئی طرح سے

---

[۱] یہ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ سے منقول ہے مولوی صاحب موصوف نے کرسی کے معنی بین القوسین میں سلطنت کے بیان کئے ہیں اور عظیم کے معنی (بڑی بارگاہ) بتائے ہیں جو محض غلط ہیں۔ عظیم کے اصلی معنی تو صاحب عظمت کے ہیں۔

اس خصوصیت پر روشنی ڈالی ہے۔

اوصاف کی [illegible] ترتیب کی انتشار قائم کی ہے اس کا اسلوب دیکھنے کے قابل ہے۔ ہر ایک صفت کا نچلا سرا اپنے بعد والی صفت [illegible] حلقہ سے لگاؤ رکھتا ہے لیکن صفت (ح) کو (ط) سے تو لگاؤ ہے۔ مگر (ز) سے کوئی لگاؤ نہیں ہے علم کے ساتھ کرسی کو کیا مناسبت ہے؟

کرسی سے اگر بیٹھنے ہی کی کرسی مراد ہے اور وہ بھی اتنی بڑی کہ آسمان و زمین کو حاوی ہو تو جہاں یہ صفت بیان کی تھی کہ خدا آسمان و زمین کی حفاظت سے نہیں تھکتا۔ وہاں اسی ذیل میں کرسی کا تذکرہ کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔ کرسی تو آسمان و زمین سب سے بڑی تھی۔ بڑی چیز کو چھوڑ کر چھوٹی چیز کے بار اٹھانے کے تذکرہ میں کیا بلاغت ہو سکتی ہے؟

(۴)

واقعہ یہ ہے کہ کلام عرب میں دراصل "کرسی" وہ ہے جس کا لوگ سہارا لیتے ہیں، زجاج کا قول ہے:۔

الذی نعرفہ من الکرسی فی اللغۃ الشیٔ الذی یعتمد علیہ (کرسی کے متعلق زبان میں جو معروف ہے وہ اسی قدر ہے کہ کرسی وہ ہے جس کا سہارا لیں) اسی لحاظ سے جس پر حکومت غالب تھی اور حکومت ہی کو سب سے بڑا سہارا مانتا تھا اس نے "کرسی" کے معنی حکومت قرار دیے، جو بیٹھنے کی چیز کے سہارے پر قانع تھے وہ اس سے کرسی متعارف سمجھے، اور جن کی نظر خالص کلام عرب پر تھی ان کے نزدیک سب سے بڑا انسانی سہارا علم تھا اس لئے "کرسی" کے معنی علم کے ہو گئے، قدمائے اہل زبان میں علم کے لئے کرسی کا لفظ متداول تھا کہتے تھے: کرس الرجل - ای ازدحم علمہ علی قلبہ۔[1]

آؤ اس کے فیصلہ کے لئے سلف صالح کو حکم بنائیں۔

علامہ ابوجعفر ابن جریر طبری جن کی وفات کو ایک ہزار برس سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے[2]

---

[1] لسان العرب۔ ج ۸۔ ص ۷۷۔ [2] ابن جریر طبری نے ۳۱۰ھ ۹۲۲ء میں وفات پائی۔ ان کی تفسیر کی نسبت علامہ ابو حامد اسفرائنی

بقیہ بر صفحہ ۲۱۹

ہر ایک بات میں روایت کے پابند ہیں اور گو ان کا خاص ذوق یہ ہے کہ حدیث کے نام سے چاہے کیسی ہی بات کہی جائے وہ سب کی روایت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تاہم بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر ایک بات کے متعلق مختلف انداز کی روایتیں جمع کر دیتے ہیں جن سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلاں آیت کا کیا مطلب سمجھتے تھے اور ان کی اس بات میں کیا رائے تھی۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی حسب معمول متعدد روایتیں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

اما الذی یدل علی صحتہ ظاهر القرآن فقول ابن عباس الذی رواه جعفر بن ابی مغیرة عن سعید بن جبیر عنه انه قال "هو (ای الکرسی) علمه" و کذالک لدلالة قوله تعالٰی ذکره "ولا یؤده حفظهما" علی ان ذٰلک کذالک فاخبر انه لا یؤده حفظ ما علم و احاط به مما فی السمٰوٰت والارض وکما اخبر عن ملائکته انهم قالوا فی دعائهم "ربنا وسعت کل شیئ رحمة و علما" فاخبر تعالٰی ذکره

لیکن وہ بات جس کے صحیح ہونے پر کھلم کھلا قرآن دلالت کر رہا ہے تو وہ ابن عباس کا قول ہے جسے جعفر بن مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ آیۃ الکرسی میں "کرسی سے مراد خدا کا علم ہے"۔ ابن عباس نے یہ بات اس لئے کہی کہ آیت "آسمان و زمین کی نگہبانی خدا کو نہیں تھکاتی" خود اس پر دلیل ہے۔ خدا نے اطلاع دی ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے خدا کو سب کا علم ہے اور سب پر وہ محیط ہے۔ ان میں سے کسی کی حفاظت اس کو تھکا نہیں سکتی۔ اسی طرح اپنے فرشتوں کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ اپنی دعا میں کہتے ہیں "اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر ایک چیز کو وسیع ہے"۔ اس مذکورہ سے یہ آگاہ کرنا مقصود تھا کہ خدا کا علم

تکملہ صفحہ ۲۱۸ ۔ کی رائے ہے کہ لو سافر رجل الی الصین حتی یحصل له کتاب تفسیر محمد بن جریر لم یکن ذٰلک کثیرا (تفسیر ابن جریر کے لینے کے لئے اگر کوئی شخص چین تک چلا جائے تو یہ کوئی بڑی بات نہ ہو گی ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ لابن السبکی) ۱۳۲۱ھ میں یہ تفسیر مصر کے مطبع میمنیہ میں چھپ گئی ہے؛

ان علمه وسع كل شئ فكذلك قوله
"وسع كرسيه السمٰوٰت والارض"
واصل الكرسي العلم ومنه قيل
للصحيفة يكون فيها علم مكتوب
كراسة ومنه قول الراجز في
صفة قانص:-
"حتى اذا ما اختارها تكرسا"
يعني علم ومنه يقال للعلماء
الكراسي لانهم المعتمد عليهم
كما يقال اوتاد الارض يعني بذلك
انهم العلماء الذين تصلح بهم
الارض ومنه قول الشاعر

تحف بهم بيض الوجوه وعصبة
كراسي بالاحداث حين تنوب

يعني بذلك علماء بحوادث الامور
ونوازلها۔[1]

ہر چیز کو حاوی ہے لہٰذا اسی طرح آیت ”اس کی کرسی آسمان
و زمین کو حاوی ہے“ میں کرسی سے مراد علم ہی ہے یعنی خدا کا
علم آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب کو حاوی ہے۔ کرسی کے اصلی
معنی بھی علم ہی کے ہیں۔ کراسہ اسی لفظ سے نکلا ہے جس کے
معنی جزو کتاب کے ہیں جس میں علمی باتیں لکھی ہوتی ہیں۔
راجز شاعر نے اسی بنا پر ایک شکاری کی صفت میں کہا تھا

”حتی اذا ما اختارها تكرسا“

اس میں تکرس سے علم ہی مراد ہے۔ علما کو بھی اسی لئے کرسی کہتے
ہیں۔ کیونکہ انہیں پر اعتماد ہوا کرتا ہے۔ انھیں ”اوتاد الارض“
(زمین کی میخ) بھی کہا جاتا ہے اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ان
علما میں ہیں جن کی بدولت زمین سنبھلی ہوئی ہے۔ ایک شاعر
کہتا ہے:-

تحف بهم بيض الوجوه وعصبة
كراسي بالاحداث حين تنوب

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے کرسی یعنی عالم ہیں جن کو حادثوں
اور مصیبتوں کی خبر رہا کرتی ہے۔

قدیم بزرگان اہل تشیع کو بھی اس معنے سے اتفاق ہے اور ائمہ اثنا عشر میں دو امام ابو جعفرؒ
ابو عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہی مطلب ماثور ہے۔ اس فرقے کے سب سے بڑے مفسر علامہ طبرسی ہیں جن کی کتاب

[1] تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۷ و ۸۔

مجمع البیان میرے سامنے ہے۔ وسع کرسیہ کی چار تاویلیں کی ہیں جن میں پہلا نمبر یہ ہے کہ کرسی کے معنی علم ہیں

وسع علمه السموٰت والارض، عن ابن عباس ومجاهد وهو المروی عن ابی جعفر و ابی عبد الله [1]

ابن عباس اور مجاہد کی روایت میں کرسی سے علم مراد ہے۔ امام ابوجعفر اور امام ابوعبداللہ سے بھی یہی معنی مروی ہیں۔

اسمٰعیلی بھی اسی معنی کے قائل ہیں۔ "مجالس مؤیدیہ" کی ایک مجلس اسی کے لئے مخصوص ہے صوفیہ بھی اسی جانب مائل ہیں، شیخ اکبر محی الدین بن عربی صاحب فصوص وفتوح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وسع کرسیه السموٰت والارض ای علمه اذ الکرسی مکان العلم الذی هو القلب کما قال ابو یزید البسطامی رحمة الله علیه "لو وقع العالم وما فیه الف الف مرة فی زاویة من زوایا قلب العارف ما احس به لغایة سعته" [2]

"وسع کرسیہ" میں "کرسی" سے مراد اللہ کا علم ہے۔ کرسی محل علم ہے اور اسی کا نام قلب ہے بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ "عارف کے کسی ایک گوشۂ قلب میں اگر تمام جہان مع اپنے تمام موجودات کے ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ ہزار ہزار مرتبہ جا پڑے تو کمال وسعت قلب کے باعث عارف کو یہ محسوس تک نہ ہو!

اس تصریح نے تمام عقدے حل کر دئے اور بتا دیا کہ جس زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اُس میں کرسی کا مفہوم کیا تھا اور کن مطالب کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا جاتا تھا

[1] تفسیر مجمع البیان ج ۱ ص ۱۴۸۔

[2] تفسیر ابن عربی۔ ص ۸۹۔